ایک خطیب

ہماری مسجدیں اور ائمہ مساجد

(اس مضمون میں ایک مشہور خطیب مسجد نے اپنے تاثرات و تجربات قلمبند کئے ہیں اور یہ درحقیقت ہماری بیشتر مساجد کا صحیح نقشہ ہے اسلامی معاشرہ میں مساجد کی جو اہمیت ہے وہ کسی صراحت کی محتاج نہیں لیکن نا اہل متولیوں اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف اماموں اور خطیبوں نے اسلام کے مقاصد کو نقصان پہنچا کر مسجدوں کو اپنی مقصد براری کا ذریعہ اور باہمی اختلافات کا اکھاڑہ بنا دیا ہے۔ یہ صورتِ حال فوری توجہ کی متقاضی ہے۔)

میری زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس اور خطابت و امامت میں گذرا ہے۔ زندگی کے اس عرصۂ طویل عرصہ میں میں نے جو تلخ تجربات و مشاہدات حاصل کئے، میں ان کو اربابِ فکر و نظر اور قارئینِ کرام کے سامنے اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ وہ اپنی مذہبی زندگی کی اُن بنیادی خامیوں، خرابیوں، کوتاہیوں اور بربادیوں کی طرف متوجہ ہوں جو اندر ہی اندر مسلمانوں کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں، اُن کی تنظیم و بیداری اور دینی و دنیوی ترقی کی راہ میں مخل ہیں، جو مغرب زدہ طبقے اور سنجیدہ و متین لوگوں کو مساجد اور آئمہ مساجد سے دور کئے ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے اسلام بہت بری طرح بدنام ہو رہا ہے۔

ان چیزوں کو بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مساجد کی اہمیت و عظمت اور خطابت و امامت کے منصبِ عظمیٰ کی بلندی و شان بیان کر دی جائے۔

مساجد کی تولیت کن کو زیب دیتی ہے؟ یہ ایک آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تعمیر و اصلاح اور تنظیم و بیداری میں مساجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مسجدیں اللہ کا گھر اور مولانا ظفر علی خاں نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں کعبہ کی بیٹیاں ہیں۔ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اسلامی مملکت اور خلافتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے سب سے پہلا کام جو کیا تھا وہ مسجد کی تعمیر تھا۔ اسی مسجد میں اخوتِ اسلامیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ عہدِ نبوت کے مسلمانوں کو یہیں سے ایمان و اخلاق، تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت، محبت و اخوت، نظم و اتحاد، یک جہتی و ہم آہنگی اور جہانبانی و کشورکشائی کی وہ دولت و طاقت ملی جس نے اقصائے عالم میں پاکیزگیٔ حیات کا نور بکھیر دیا، حق و عدل کے ڈنکے بجا دیئے، ارتقائے انسانیت اور فلاحِ انسانیت کی تمام راہیں کھول دیں۔ اور جس کے سامنے دنیا کی تمام طاغوتی طاقتوں نے خائب و خاسر ہو کر دم توڑ دیا۔

مسجدوں ہی سے تو وہ علماء و فضلا، فقیہ و حکیم، مدبر و منتظم، مجاہد و فاتح اور مقنن نکلے تھے جن سے خدا پرستی و نیک عملی، خدمت انسانیت، مسرت افزا تمدن و حضارت، عدل پرور سیاست و معیشت اور انسانیت نواز افکار و اعمال نے جلا پائی۔ انہی کے نقوشِ قدم تو ہیں جو آج بھی دنیا کے مفکرین و مدبرین کو امن و سلامتی اور نجات و کامرانی کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ مساجد کی اسی اہمیت و عظمت کی بنیاد پر ارشاد باری ہے:

ما كان للمشركين ان يعمروا مسجد الله شٰهدين على انفسهم بالكفر ط اولٰئك حبطت اعمالهم صلے وفي النار هم خلدون ۝ انما يعمر مسٰجد الله من اٰمن بالله واليوم الاٰخر واقام الصلوٰة واٰتى الزكوٰة ولم يخش الا الله قف فعسٰى اولٰئك ان يكونوا من المهتدين ۝ (پارہ ۱۰۔ التوبہ)

مشرکین کا کام نہیں کہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ اُن کے عمل بے کار ہیں اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی مسجدیں تو صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو اُمید ہے کہ یہ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں۔

ان آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ مسجدوں کی تعمیر کون نہیں کر سکتے اور کون کر سکتے ہیں۔ یہاں یعمروا عمارۃ کے الفاظ آئے ہیں جو ویران کرنے کی ضد ہیں۔ ویران کرنے کی ضد آباد کرنا۔ مسجد کے آباد کرنے کے مفہوم میں عند الضرورت ان کی شایانِ شان تعمیر، اشیاء ضروریہ کا فکر و اہتمام، نفاست و پاکیزگی، زینت و آرائش، ائمہ اور خادموں کا تقرر، اذان و جماعت کا باقاعدہ انتظام اور اسلامی مقاصد کا پورا ہونا وغیرہ یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ یعنی جن جن چیزوں سے مسجدوں کی رونق بڑھے، نمازیوں میں حجازی اوصاف پیدا ہوں اور اسلامی انقلاب کی راہ صاف و ہموار ہو وہ سب کی سب تعمیر مسجد کے مفہوم میں شامل ہیں۔

مطلب یہ کہ مسجدیں خدائے واحد کی عبادت و پرستش کے لئے وقف ہوں۔ خدا پرستی، نیک عملی، تقوٰے و طہارت، محبت و اخوت اور روحانی عروج و ارتقاء کا منبع ہوں اور وہ قلوب مومنین کو کھینچنے اور ایمانی اوصاف و خصائص حاصل کرنے کا ذریعہ ہوں۔ اس لئے ان کے متولی، مجاور، آئمہ، خادم اور آباد کار لوگ وہی ہو سکتے ہیں جو دوسروں سے زیادہ اسلامی سیرت و کردار رکھتے ہوں اپنے اخلاق و اعمال میں بلند و ممتاز ہوں اور خدائے قدوس کی صفاتِ خداوندی اور حقوق و اختیارات میں دوسروں کو شریک نہ کرتے ہوں۔ یعنی ان بداخلاقیوں اور بدکرداریوں سے پاک ہوں جن کو قرآنِ حکیم میں شرک، فسق اور ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہماری مساجد کے متولی۔ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مساجد کے متولی وہ حضرات ہوں جو صحیح اسلامی صفات کے مالک ہوں۔ مگر ہمارے یہاں یہ حال ہے کہ مساجد کی تولیت کسی کو سپرد کرتے وقت سرے سے یہ دیکھا ہی نہیں جاتا

کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ مساجد سے تعلق رکھنے والے نمازی قرآن اور اسلام کو بالائے طاق رکھ کر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے محلہ میں سب سے زیادہ دُنیوی وجاہت رکھنے والا، سب سے زیادہ بااثر، سب سے زیادہ حکام رس اور بڑا دولت مند کون ہے۔ جو اُن کے اس معیار پر پورا اُترتا ہے بس اُسی کے سر پر تولیت کا تاج دھر دیا جاتا ہے یعنی وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کس کے اثر سے زیادہ چندہ ہوگا اور مسجد کا کام چلے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فساق و فجار تک متولی بن جاتے ہیں۔

نااہل اور اسلامی سیرت و کردار سے محروم متولیوں کی تولیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑا بہت مسجدوں کا کام تو چل جاتا ہے۔ مگر مسجدیں حقیقی نورِ ایمان اور پاکیزگیٔ حیات کی اثر آفرینی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ ان کی تولیت میں اسلامی مقاصد و مطالبات پورے نہیں ہوتے یعنی اقامتِ صلوٰۃ سے اسلام کے پیشِ نظر روحانی اور اخلاقی پاکیزگی کا جو پروگرام ہے وہ دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ مسجد کا متولی ایک شخص ہو یا ایک مجلسِ منتظمہ دونوں صورتوں میں نتائج یکساں رونما ہوتے ہیں۔ آمریت یا جمہوریت سے کوئی فرق نہیں۔ بے شعوری، بدانتظامی اور نااہلی خواہ ایک شخص سے متعلق ہو یا سو پچاس اشخاص سے بہر حال نتائج آفرینی میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اسلام صرف اثر و رسوخ، دولت و ثروت اور انتظامی قابلیت ہی نہیں چاہتا بلکہ ان چیزوں سے بڑھ کر ذہنِ رسا، قلبِ صافی، مستقیم نظر اور خلوص و ایثار کا بھی طلبگار ہے۔ مگر آہ یہ بنیادی چیزیں ہمارے متولیانِ کرام کے پاس کہاں؟ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام کے تمام متولیوں کا یہی حال ہے۔ اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں کچھ خدا پرست، متقی، مخلص، باشعور، دیانت دار اور قابل متولی و منتظم بھی ہیں۔ لیکن بحث تو عمومی حالت سے ہو رہی ہے نہ کہ مستثنیات سے۔ حکم تو کثرت پر لگایا جایا کرتا ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ اکثریت ایسے متولیوں کی ہے جن سے مساجد کی آبادی کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جو اسلام کے پیشِ نظر ہے۔

بدانتظامیاں اور خرابیاں۔ نااہل متولیوں اور منتظمین کی وجہ سے پہلی خرابی تو یہ رونما ہوئی کہ مسجدیں اللہ کے لئے نہ رہیں۔ اللہ کے گھروں پر فرقوں، جماعتوں اور پارٹیوں کا قبضہ ہو گیا۔ متولی اور منتظم جس فرقہ، جس جماعت اور جس پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں بس وہ اپنے مخصوص عقائد و اعمال ہی کو اسلام سمجھ کر اور دوسرے فرقوں، جماعتوں اور پارٹیوں کو کافر، مشرک، بدعتی، گمراہ، فتنہ پرور اور خود غرض ٹھہرا کر اُن پر اپنی مسجدوں کے دروازے بند کر دیتے ہیں۔ غضب خدا کا مسجدوں پر دیوبندیت، بریلویت، سنیت اور شیعیت کے بورڈ لگے ہوئے ہیں اور وہ مسجدیں جن سے مسلمانوں کو باہمی محبت و اخوت کا سبق ملنا چاہئیے تھا اُنہی سے باہمی نفرت و حقارت، بغض و عناد، فرقہ بندی، انتشار پسندی اور فساد انگیزی کو تقویت مل رہی ہے۔

پورے پاکستان میں کوئی ایسی مسجد نظر نہیں آتی جہاں سے اُسی ایمان و تقوےٰ اور محبت و اخوت کا درس

رل رہا ہو جس کا مطالبہ اسلام کر رہا ہے۔ ملوکیت وملائیت کی آمیزش والے اسلام کی تبلیغ واشاعت ہر مسجد سے ہو رہی ہے مگر عہدِ نبوت اور خلافتِ راشدہ والے حقیقی اسلام کی آواز کہیں سے بھی بلند نہیں ہوتی۔ احیاءِ اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کی تمام راہیں بند پڑی ہیں مگر اقامتِ دین اور اسلامی انقلاب کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عہدِ نبوت میں تطہیرِ فکر، تعمیرِ سیرت اور اقامتِ دین کا کام مسجدِ نبویؐ سے شروع ہوا تھا۔ مگر ہماری مسجدوں میں اس کام کا نشان تک نہیں ملتا۔

مساجد کے بے شعور اور نااہل متولی و منتظمین اپنے اپنے مخصوص عقائد و اعمال اور اغراض و مفاد کو سامنے رکھ کر ائمہ اور خطباء کا تقرر کرتے ہیں۔ جو ان کے اپنے معیار پر پورا اُترے وہی اپنی مسجد میں خدائی فوجدار اور جنت و دوزخ کا ٹھیکیدار بن کر بیٹھ جاتا ہے اور فی سبیل اللہ فساد کا محبوب و مرغوب مشغلہ شروع کر دیتا ہے۔ اسلام کی برتری، مسلمانوں کی بہتری، کتاب و سنت کے مطابق صحیح رہبری اور خدمتِ دین کا جذبۂ صادقہ نہ منتظمین میں ہوتا ہے اور آئمہ و خطباء میں۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ خطابت و امامت کے منصبِ جلیلہ کی حقیقی قدر و قیمت کیا ہے۔ یہ منصب کن فکری صلاحیتوں، علمی قوتوں اور ذمہ داریوں کا طلبگار ہے۔ مردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں یاروں کو اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

منتظمین اور خطباء۔ منتظمین مساجد کو اگر اپنے ڈھب کے آئمہ و خطباء مل جائیں تو بس کاروبارِ تفریق و خود غرضی بڑی خوبصورتی اور آسانی کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور اگر سوءِ اتفاق سے ان کو لیڈر قسم کے خطیب و امام مل جائیں تو بس مجلسِ منتظمہ اور خطیب صاحب میں حصولِ عز و جاہ اور بالادستی کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ مجلسِ منتظمہ اپنا انتظام اور بالادستی قائم رکھنا چاہتی ہے اور خطیب صاحب اپنی جامعہ مسجد میں اپنا جھنڈا گاڑنا اور نمازیوں پر اپنا سکّہ رواں کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کش مکش میں بعض اوقات گالم گلوچ، مار پیٹ اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ہمارے ائمہ مساجد۔ اگر اسلامی سیرت و کردار اور اسلامی مقاصد و مطالبات کو مدِّنظر رکھا جائے تو ائمہ مساجد کو نسبتاً سب سے زیادہ بلحاظ علم و عمل اور بلحاظ اخلاق و تقویٰ بلند، پاکیزہ اور ممتاز ہونا چاہئے۔ اگر وہ علمی اور اخلاقی اعتبار سے مقتدیوں سے بھی زیادہ پست و جاہل ہوں تو مقصدِ امامت ہی فوت ہو جاتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے آئمہ مساجد کی حالت حد سے زیادہ ناگفتہ بہ ہے۔ مقتدر و بااثر مسلمانوں نے ان کو حد سے زیادہ ذلیل و حقیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ دیہات میں تو وہ "کمین" کے زمرہ میں داخل ہیں۔ قصبات و شہروں میں جو تھوڑی بہت عزت و قدر ہے وہ بھی رسمی، سطحی اور جذباتی۔ شہروں کی خطابت و امامت کا کانٹوں بھرا تاج کسی عالم کے سر پر اس لئے رکھا جاتا ہے کہ خداوندانِ دولت و اقتدار کی خدائی قائم رہے، وہ عوام کو

خیالی جنت اور جذبات کی دُنیا میں مست و مگن رکھیں تاکہ بڑوں کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو۔ ہماری قوم کے سربراہوں نے نہ مساجد کی اہمیت کو سمجھا، نہ اقامتِ صلوٰۃ کا مقصد سمجھا اور نہ آئمہ مساجد کی قدر و قیمت کو پہچانا سب چیزوں کو بازیچۂ اطفال اور اپنے اغراض و مفاد کا آلۂ کار بنا کر رکھ دیا گیا۔

دوسری طرف یہ ہُوا کہ قوم کے سربراہوں نے ان کو پست و پامال کیا ہی تھا، اُنہوں نے بھی خود اپنے آپ کو جہالت و حماقت، خوشامد و چاپلوسی، زمانہ ناشناسی، تنگ نظری، کورذوقی، پست ہمتی اور شکم پرستی کا مجسمہ اور شاہکار بنالیا۔ یہ اپنے ساتھ قوم کو بھی لے ڈوبے۔ نفس پرستی اور خواہشات کی پیروی کے ایسے ایسے نمونے دکھائے تو شرافت و انسانیت پسینہ پسینہ ہو کر رہ گئی۔

ائمہ مساجد اور شرک و بدعت۔ سب جانتے ہیں کہ توحید کا قیام، شرک کا بالکلیہ استیصال، اتباعِ سنت اور اجتناب بدعت اسلام کے اہم اور بنیادی مقاصد ہیں۔ اگر یہ مقاصد مساجد اور ائمہ مساجد کے ذریعے پورے ہوتے رہتے تو آج ہمارے عوام کی اکثریت اس بُری طرح شرک و بدعت کے سیلاب میں نہ بہتی کہ وہ بتیس کروڑ دیوتاؤں کے پجاریوں اور مشرکینِ مکہ کو بھی پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ وہ کونسی قسم کا شرک ہے جس میں ہم چوٹی کے مقام پر نظر نہیں آتے۔ وہ کونسی بدعت ہے جس کو ہمارے اندر فروغ حاصل نہیں۔ فسق و معصیت کی بات چھوڑ دیئے، اُس کا ذکر نہیں۔ بات تو شرک و بدعت کی ہے۔ یہی تو وہ دو بلائیں ہیں جو ہدایت یافتہ قوموں کا دل و دماغ چبایا کرتی اور ان کو پستی و ذلت کے تحت الثریٰ میں اُتارا کرتی ہیں۔ آج یہی تو وہ دو بنیادی گمراہیاں ہیں جن کی وجہ سے عوام کی نگاہوں سے حقیقتِ اسلام اوجھل ہے۔ اور جو مسلمانوں کو اسلام کی راہِ راست پر نہیں آنے دیتیں۔

اس اُمت میں یہ دو گمراہیاں صدیوں سے نفس پرست بادشاہوں، زر پرست علماءِ سوء اور ریاکار اور بناوٹی صوفیہ کے ہاتھوں پروان چڑھتی چلی آرہی ہیں۔ اس اُمت میں جتنی بھی گمراہیاں اور فتنے پیدا ہوئے اُن سب کا منبع شرک و بدعت ہے۔ انہی کے پردہ میں تمام خود غرضیاں اور نفس پرستیاں تقدس کے پردوں میں پرورش پاتی ہیں اور بگڑی ہوئی قوموں کو دولت و اقتدار کا پرستار بناتی ہیں۔ عوام غیر اسلامی باتوں کو اپنا دین و ایمان اور نیکی و عبادت سمجھتے ہیں اور ائمہ مساجد کا فرض ہے کہ ان کو اس گمراہی سے نکالیں لیکن اس کے برعکس اس تباہ کُن شرک و بدعت کو ہمارے ائمہ مساجد سے تقویت مل رہی ہے۔ اس لئے کہ شرکیہ افکار و اعمال اور مبتدعانہ لہو و لعب سے ائمہ مساجد کی آمدنیاں ہوتی ہیں۔ ان کو روٹیاں ملتی ہیں۔ ان کی جتنی بھی ضرورتیں پوری ہوتیں اور معاشی مفاد حاصل ہوتے ہیں اُن کا زیادہ تر حصہ شرک و بدعت پر ہی مبنی ہوتا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ خود غرض، نفاق انگیز اور شکم پرست ائمہ مساجد دوسرے فرقوں کے بڑے بڑے زاہد و مرتاض بزرگوں تک کو ہدف مطاعن بناتے رہتے ہیں۔ ان پر کفر کے فتوے لگاتے، ان کو انبیاء علیہم اسلام اور بزرگانِ

دین کی توہین کرنے والا بتلاتے اور مسلمانوں کو اُن سے بیزار و متنفّر کرتے ہیں۔

جن اختلافی مسائل میں مسلمان آپس میں لڑتے مرتے ہیں۔ ان کو زیادہ ہوا دینے والے اور مسلمانوں کو بھڑکانے والے ائمہ مساجد ہوتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہماری مسجدیں اکھاڑا بنی ہوئی ہیں مسجدوں ہی سے عوام کو نفرت و بیزاری، بغض و عناد اور اشتعال پذیری کا سبق ملتا ہے۔

لطف یہ کہ جو خطیب و امام دوسرے فرقے کے اکابر اور مسلمانوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر اشتعال انگیز تقریریں کرے دھڑلے سے مناظرے کرے، چیلنج پر چیلنج دے، شیر بن کر اپنے حریفوں کو للکارتا ہے اور اپنے معتقدین کو ہر وقت آمادہ بفساد رکھے بس وہی مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہوتا ہے۔ اُسی کو سب سے بڑا عالم، محافظِ دین، علمبردارِ شریعت، عاشقِ رسولؐ، مجاہد اور غازی سمجھا جاتا ہے اور اُسی سے بڑے بڑے لوگ ڈرتے ہیں۔ ان تمام خرابیوں اور فساد انگیزیوں کی جڑ شرک و بدعت، خود غرضی، معاشی مفاد اور فرقہ بند ائمہ مساجد کے اغراض ہیں۔

امامت کے جھگڑے۔ ہر وہ مولوی جس کے قبضہ میں کسی مسجد کی امامت آجائے وہ سب سے پہلے ملک و ملت کی ضرورتوں، وقت کے تقاضوں اور اسلامی حقائق و مقاصد کو پسِ پشت ڈال کر یہ کوشش کرتا ہے کہ مسجد کے منتظمین کو خوش رکھے، مقتدیوں پر اپنی تقدس مآبی اور علمی شان کا رعب طاری کر دے، ان کی فکری صلاحیتوں اور تنقیدی قوتوں کو مفلوج و ناکارہ بنا کر ان کے دل و دماغ کا مالک بن جائے۔ اس کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں اور معاشی مفاد حاصل ہوں اور ہاتھ آئی ہوئی امامت کسی طرح ہاتھ سے نہ جانے پائے مسلمان بھاڑ میں جائیں۔ اسلام رہے نہ رہے۔ اور قیامت سے پہلے قیامت آجائے۔ مگر اس کی خطابت و امامت جانے نہ پائے۔ ورنہ سارا دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔

خطیب و امام اس قدر حیلہ گری سے کام لیتے ہیں کہ وہ اپنی ہر کمزوری، بُرائی، غلطی اور عیب و نقص کو بڑی آسانی اور خوبصورتی کے ساتھ حُسن و جمال اور شریعت نوازی کا لباس پہنا کر اپنے معتقدوں کو بُدھو اور مخالفوں کو دم بخود بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ علمبردارانِ شریعت لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک دینے کے ایسے ماہر ہوتے ہیں کہ اپنی نفس پرستی کو اتباعِ شریعت بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ یہ انہی کی توشعبدہ گری ہے کہ تعددِ ازدواج اور لونڈیوں کے مسئلہ میں اسلام کا اصل نقطۂ نظر عوام کی نگاہوں سے اوجھل رکھا گیا ہے۔

ایسے نفس پرست ائمہ اپنی اماموں کے تحفّظ و بقاء کے لئے اپنی ایک مضبوط پارٹی بنا لیتے ہیں۔ اگر چند مخلص اور دیندار لوگ امام صاحب کے خلاف کوئی بات زبان پر لائیں تو وہ اندھے عقیدت منداس کی زبان گدی سے کھینچ لینا چاہتے ہیں۔ اگر مخلصین و مصلحین کمزور ہوتے ہیں تو بیچارے کلیجہ مسوس کر رہ جاتے ہیں اور اگر وہ مضبوط ہوئے تو وہ اپنا امام لے آتے ہیں۔ پہلا امام مسجد چھوڑنے میں نہیں آتا اور دوسرا امام گھس نہیں پاتا۔ دونوں پارٹیاں آپس میں لڑ لڑ مرتی ہیں۔ ہر جگہ اس قسم کی اماموں کے جھگڑے سننے میں آتے رہتے ہیں۔

ائمہ مساجد کا علم وعرفان ۔ یہ تو تھا ائمہ مساجد کی، نفاق انگیزی، فتنہ پروری اور اخلاق کا حال، اب آن کے علم وعرفان کی حقیقت بھی سن لیجئے زیادہ تر ائمہ مساجد وہ ہوتے ہیں جو کچی پکی روٹی، راہ نجات، منیۃ المصلی، ارکان دین انواع بارک اللہ، قصص الانبیاء، قصص المحسنین اور وڈی ہیر وغیرہ کتابیں پڑھ پڑھ کر امام بن جاتے ہیں اور کچھ فارغ التحصیل اور سند یافتہ مولوی بھی ہوتے ہیں۔ ان کا علم صرف فقہی وکلامی مسائل اور مخصوص افکار واعمال تک محدود ہوتا ہے۔ فلسفیانہ مباحث، منطقیانہ باریکیوں اور اختلافی الجھنوں سے یہ بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اپنے مسلک ونظریہ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اپنے اساتذہ اکابر اور مکتب فکر کی حمایت واشاعت، ادب واحترام اور محبت وعقیدت میں بڑے سرگرم ہوتے ہیں لیکن ملک وملت کے تقاضوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے:

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے؟
اس کو کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

ان میں زیادہ تر ایسے ہوتے ہیں جن کو ملک وملت کی سیاسی وتمدنی ضرورتوں، عصر حاضر کے تقاضوں اور تعمیر واصلاح کے کاموں سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی۔ یہ نہیں جانتے کہ ہم کیا تھے اور کیا بن گئے اور کیوں؟ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونا چاہیئے؟ ہاں یہ ضرور جانتے اور چاہتے ہیں کہ دین کو فروغ حاصل ہو اور بے دینی کو موت آجائے۔ مگر دین کو فروغ دینے اور اسلامی انقلاب برپا کرنے کا موجودہ تمدنی ارتقاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے نبوی طریقہ کیا ہے؟ اور بے دینی کے شیوع کی راہیں کونسی ہیں؟ یہ مولانا بالکل نہیں جانتے۔ اسلامی دستور کا نام سن رکھا ہے، اس لئے حضرت اسلامی دستور چاہتے ہیں مگر اسلامی دستور کی حقیقت کیا ہے؟ یہاں حضرت کی سٹی گم۔

ہمارا زوال اور مولوی ۔ ہمارے عالم، امام اور مذہبی پیشوا پر اسلام نے قیادت ورہنمائی کی بڑی بڑی ذمہ داریاں ڈالی تھیں اور اس کو علوم نبوت کا وارث بنایا تھا مگر ان لوگوں کی اکثریت کو ان ذمہ داریوں کا شعور واحساس تک نہیں۔ اس کی فکری خامیوں، عملی کوتاہیوں، اور طبعی سہل انگاریوں سے ہماری تاریخ بھرپور ہے۔ ہمارا امام اس امر کی سعی بلیغ کرتا رہا ہے کہ خود اپنے دماغ پر آنچ نہ آنے دے۔ کوئی دوسرا اس کی دقتوں کا سامنا کرے اور وہ خود سکون وعافیت کی زندگی بسر کرتا رہے۔ وہ ہر دقت اور مشکل کا مقابلہ کرنا اس وقت تک ملتوی کرتا رہتا ہے جب تک وہ خود اس کے سر پہ آکر سوار نہ ہو جائے۔

صفحۂ عالم سے ہماری مذہبی، اخلاقی اور سیاسی اہمیت وعظمت حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔ ہمارا امام اس کا ماتم تو کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہوا۔ وہ کونسی خرابیاں اور رکاوٹیں ہیں جو ہمیں اسلام کی راہ راست پر نہیں آنے دتیں۔ ہمارا امام اس سے بھی باخبر نہیں۔ ہمارے زوال وانحطاط کے حقیقی اسباب کیا ہیں؟ اور کتاب وسنت کے مطابق عروج وارتقاء کی سبیل اس زمانہ میں کیا ہے؟ یہاں بھی ہمارا امام طفل مکتب ہے۔

اس تنقید اور حقیقت بیانی سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہمارے ائمہ مساجد، عالمانِ دین اور مذہبی پیشواؤں میں ایک شخصیت بھی اس پایہ کی نہیں جو اسلام کی صحیح نمایندگی و ترجمانی کرسکے اور مسلمانوں کی بگڑی بناسکے۔ واللہ کے فضل و کرم سے ہمارے ائمہ مساجد اور علماء میں ایسی ایسی مایۂ صد فخر و ناز ہستیاں بھی خال خال ہیں جو ٹھیک ٹھیک اسلام کی نمایندگی کر رہی ہیں۔ جو کماحقہٗ دینی و بصیرت بھی رکھتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے تقاضوں، ملکی و ملّی ضرورتوں، تعمیر و اصلاح کے کاموں کی صلاحیتوں اور مجاہدانہ عزائم سے بہرہ ور ہیں۔ لیکن مصیبت اور رونا یہ ہے کہ ان کو کوئی جانتا پہچانتا نہیں۔ ان کو مسلمانوں میں اثر و رسوخ حاصل نہیں اور ان کی آواز نقارخانہ میں طوطی کی صدا ہے۔ وہ پوری آزادی، بے باکی اور ہمت و جمعیت کے ساتھ احیاء اسلام اور تعمیرِ ملّت کا کوئی کام وسیع و ہمہ گیر انداز میں نہیں کرسکتے۔

میرے تلخ تجربات۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ ایسے خطیب و امام اور مفکر و مدبر علمائے حق جو خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں اور جو رواجی اسلام کے مقابلہ میں حقیقی اسلام معقول و مدلل صورت میں پیش کرسکتے ہیں وہ مسلمانوں میں کہیں بھی مشہور و مقبول نہیں ہوسکتے۔ کوئی خطیب و امام جب تک کسی مذہبی فرقہ، کسی جماعت، کسی سیاسی پارٹی اور کسی مقتدر شخصیت کی تائید و حمایت اور پشت پناہی حاصل نہ کرے وہ کسی حقیقی اسلام کی آواز بلند کرکے اور پوری حق پرستی و بیباکی کا ثبوت دے کر کہیں بھی نہیں رہ سکتا۔ علماءِ حق کو مجبور کردیا گیا ہے کہ وہ متعلقہ فرقہ، جماعت، پارٹی اور شخصیت کے خلاف کوئی بات نہ کہیں، نہ کسی کی تنقید کریں اور اُن کے فرقہ یا جماعت نے اسلام کے بنیادی حقائق و تعلیمات کے متعلق جو مخصوص تعبیر و توجیہ کررکھی ہے، اُس سے اِدھر اُدھر نہ ہوں۔ بس اپنے ہی فرقہ اور جماعت کا راگ الاپتے رہیں اور تقلید کے دائرہ سے آگے بڑھ کر تحقیق کے میدان میں قدم نہ رکھیں۔

علماءِ حق کو اس قابل نہیں رکھا گیا کہ وہ پورے خلوص و شعور اور دیانت و تقویٰ کو سامنے رکھ کر اسلاف کرام کے طریقہ کے مطابق اور استدلال و استنباط کے شرائط و آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی فکر و اجتہاد سے کام لیں، عقل و نقل میں تطابق و توازن قائم کرنے کی کوشش کریں اور اسلام کو معقول و مدلل صورت میں پیش کرنے کی جرأت کریں۔ روایات پرستی، تقلید جامد اور عوام کی خوشنودی کا اتنا استیلاء و غلبہ ہے کہ جید علماء تک کی اتنی ہمت و جرأت نہیں ہوسکتی کہ کسی نقل کے خلاف زبان ہلائیں، خواہ وہ کتنی ہی عقل و نقل کے خلاف ہو۔ علماءِ حق کے اردگرد یہ حصار کھینچ دیا گیا ہے کہ تمہیں بطورِ خود کتاب و سنت سے کچھ سمجھنے سمجھانے کا حق نہیں۔ کتاب و سنت سے جتنا کچھ سمجھنا اور سمجھانا تھا وہ ہمارے ائمہ مجتہدین اور محدثین کرام نے سب کچھ سمجھ لیا۔ اب تم بھی وہی سمجھو جو انہوں نے سمجھا۔ اتباعِ سلف کا طریقہ یہ مقرر کردیا گیا ہے کہ جو کچھ کتاب و سنت سے انہوں نے سمجھا وہی تم بھی سمجھو، جو کچھ انہوں نے کہا وہی تم بھی کہو، اور جو کچھ انہوں نے کیا وہی تم بھی کرو۔ یعنی تم اپنی فکری قوتوں کو مفلوج و ناکارہ بنالو۔ تمہارے سوچنے سمجھنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔ حتیٰ کہ یہ بھی تمیز نہ کرو کہ

اسلام کے اصول و احکام میں سے کونسی چیزیں اقدارِ مستقلہ ہیں اور کونسی اقدارِ متغیرہ۔

یہ تو ٹھیک ہے کہ اصولِ دین، مقاصدِ دین، ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ دین کے بارے میں جو کچھ یقینی اور قطعی طور پر عہدِ نبوت سے لے کر آج تک متواتر طریقہ سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے اس کو جوں کا توں باقی رکھو۔ اس میں ذکر و اجتہاد سے کام لینے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ قطعیاتِ دین میں نئی نئی تعبیرات و توجیہات اور تاویلاتِ باطلہ کرنا گمراہی، فتنہ انگیزی اور اسلام کے ساتھ دشمنی ہے۔ مگر یہ کہنا کہ قرآن و حدیث سے قیامت تک کے لئے جو کچھ سمجھا جانا تھا وہ سمجھا جا چکا اور پچھلوں کو اُس سے زیادہ کچھ سمجھنے کا حق نہ رہا۔ تمدنی ارتقاء نے جو نئی ضرورتیں پیدا کردی ہیں اُن کے بارے میں بھی کتاب و سنت سے روشنی و ہدایت حاصل نہ کرو اور عقلی تقاضوں کو نظرانداز کردو۔ یہ بالکل غلط ہے اور اسی جمود و خمود نے مسلمانوں کو پست و گمراہ کیا ہے۔

فرمائیے! علمائے حق کے اردگرد جب یہ حصار کھینچ دیا گیا ہو تو وہ تطہیرِ فکر، تعمیرِ سیرت، اصلاحِ ملت اور احیاءِ اسلام کا کام کیا خاک کر سکتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی بہتری و برتری کے لئے ان کی فکری صلاحیتیں اور عملی قوتیں کیا کام آسکتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بہت سے تمدنی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل اُلجھے پڑے ہیں۔ وہ بحث و نزاع کا موجب بنے ہوئے ہیں، بے شمار مفکرین و مدبرین اُن کے حل میں لگے ہوئے ہیں مگر وہ حل ہونے میں نہیں آتے۔ غرض یہ کہ ہمارے یہاں چونکہ فکر و اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں اس لئے علماءِ حق اسلام اور مسلمانوں کے کچھ کام نہیں آرہے ہیں۔

ائمہ مساجد کے درس و وعظ۔ یہ تو نقشہ تھا ہمارے ائمہ مساجد اور علماء کے علم و عرفان اور حقیقت شناس علماء کی بے بسی و لاچاری کا۔ اس کے بعد یہ بھی سُن لیجیے کہ ہماری مسجدوں میں ہمارے ائمہ جمعوں میں جو خطبے دیتے، تقریریں کرتے اور درسِ قرآن دیتے ہیں ان کی کیفیت و نوعیت کیا ہے؟ درسوں اور وعظوں میں بالعموم قرآنی آیات کے رسمی و سطحی ترجمے، صحیح و غلط روایتیں، اُن سے خلافِ عقل و نقل غلط استدلال، لایعنی نتائج، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے قصے، ایمان آفرین نصیحت اندوزی اور عبرت پذیری کے لئے نہیں بلکہ حاضرین کو بہلانے اور خوش کرنے کے لئے، معمولی معمولی باتوں پر جنت کے پروانے، ذرا ذرا سی بات پر جہنم کی دھمکی، گنہ گاروں کی ڈھارس بندھانے اور گناہوں پر دلیر کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی غفور الرحیمی اور نکتہ نوازی کے لطیفے، بے تکے اشعار، ہنسانے کے لئے لطائف اور رُلانے کے لئے دلگداز باتیں، اوراد و وظائف کے فضائل، نعمائے جنت کی تفصیلات اور عذابِ دوزخ کی ہولناکیاں وغیرہ۔ بس ہمارے درسوں اور وعظوں میں اکثر اسی قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو بھی اگر محققانہ اور عالمانہ طور پر بیان کیا جائے تو یہ چیزیں ایمان و تقوےٰ تک رہنمائی کرنے والی، دلوں میں

خوف وخشیتِ الٰہی پیدا کرنے والی اور اصلاحِ اخلاق و اعمال کی طرف متوجہ کرنے والی ثابت ہو سکتی ہیں مگر یہاں تو ان چیزوں کے بیان کرنے کا یہ مقصد ہوتا ہی نہیں۔ ان کو تو صرف اپنا فرض پورا کرنے، اپنی عالمانہ شان جتلانے لوگوں پر اپنا اثر جمانے، واہ واہ کرانے، اور مسلمانوں کو بہلانے اور خوش کرنے کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ بھی محض واعظانہ اور جذباتی انداز میں۔

اس قسم کے اماموں اور واعظوں نے مسلمانوں کو واقعات و حقائق کی دنیا سے دور کر کے جذبات کے سمندر میں غرق کر رکھا ہے۔ ساری کی ساری قوم جذباتیت اور سطحیت کے دل بہلاووں پر جی رہی ہے۔ ہمارے واعظین کرام شاعری کر رہے ہیں اور قوم واہ واہ کر رہی ہے۔

جذباتی واعظوں کی تباہ کاریاں۔ شاید اشتراکی ملحدین نے اسی قسم کے وعظوں کو سن کر مذہب پر افیون کا حکم لگا رکھا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو جذباتیت اور سطحیت کی افیون ہی گھول گھول کر مسلمانوں کو پلائی جا رہی ہے۔ جس قوم کی ذہنیت بگڑ جائے اس کے تمام افکار و اعمال بگڑ جاتے ہیں۔ ایسی بگڑی اور بگاڑی ہوئی قوم کو اگر مفید اشیاء میسر آجائیں تو وہ مُضر بن جاتی ہیں۔ اُس کا دل مُردہ اور دماغ افسردہ ہو جاتا ہے۔ وہ چیزوں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی۔ جو باتیں اس کے حق میں نقصان دہ ہیں ان کو وہ مفید سمجھنے لگتی ہے۔ اور مفید باتوں کو مُضر سمجھ کر ترک کر دیتی ہے۔ کش مکشِ حیات میں حصّہ لینے سے جان چُراتی ہے اس کے افراد اپنا قیمتی وقت لایعنی افکار و اعمال، بے بنیاد تمناؤں، خوش گپیوں، لہو و لعب اور تفریحات میں ضائع کرتے رہتے ہیں اور اُنہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس حال میں زندگی گذار رہے ہیں۔

واعظوں اور اماموں کے اہم عنوانات۔ ہماری مسجدوں میں جن مسائل پر گفتگو، مباحثے، مناظرے، وعظ، تذکرے، درس اور جھگڑے ہوتے رہتے ہیں وہ یہ ہیں۔ مدحِ صحابہؓ و تبرا، امکانِ کذبِ باری تعالےٰ، بشریتِ رسولؐ، قیام در محافلِ میلاد، ندائے یا رسول اللہؐ، آمین بالجہر اور خفی، فاتحہ خلف الامام، تقبیل الابہامین، جواز و عدمِ جوازِ استمداد عن القبور، سماعِ موتیٰ، حلّت و حُرمتِ قُبہ جات، جوازِ عرس و رسومِ متعلقہ، ضرورتِ شیخ، تصورِ شیخ، جوازِ سجدۂ تعظیمی، تعدادِ رکعاتِ تراویح، جوازِ دلدل و ذوالجناح، جوازِ چہلم، جوازِ ختم اور جوازِ شیشُم وغیرہ وغیرہ۔

بس یہ ہے ہمارے مولویوں، واعظوں اور اماموں کے اسلام کی کل کائنات، رشد و ہدایت کا سامان، اصلاح و ترقی کے گُر، خدمتِ دین کی صورتیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے انداز۔ اُن کا علم اور اُن کی تحقیق بس انہی لاطائل مسائل تک محدود ہے۔ وہ قرآن و حدیث سے اس کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اخلاقی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی، اور معاشی مسائل تو گویا قرآن و حدیث میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ غضب خدا کا وہ یہ تک نہیں جانتے کہ وہ عقائد

کون سے ہیں جن پر قرآن و حدیث نے دنیوی ترقی اور اُخروی نجات کا دار و مدار رکھا ہے۔ یہ ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت کی حقیقت سے خود بھی نا آشنا ہیں اور قوم کو بھی ان بنیادی عقائد سے محروم کر رکھا ہے اپنے خود ساختہ عقائد پر لڑ مر رہے ہیں ان کو کچھ خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، ہمارا معاشرہ کونسی منزل میں ہے؟ ملک و ملت کے لئے کون سے خطرے مُنہ کھولے کھڑے ہیں اور کونسی خرابیاں ہیں جو ہمیں تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں؟ وہ اپنی مسجدوں اور وعظوں میں مست و مگن ہیں۔ اللہ سلامت رکھے ان کے حلوے مانڈے اور امامت کو ان کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں اور اصلاحِ حال کی طرف متوجہ ہوں۔

مغرب زدہ طبقہ کیوں مسجدیں چھوڑ بھاگا؟ عجب تجاہلِ عارفانہ اور بچپنا ہے کہ مسجدوں اور اماموں کا تو یہ حال ہے اور پھر بھی بڑے حسرت و تاسف کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ مغرب زدہ طبقہ، کوٹھیوں بنگلوں والے صاحب، پڑھے لکھے لوگ، اور سنجیدہ و متین حضرات زیادہ تعداد میں مسجدوں میں نہیں آتے، درس و وعظ نہیں سنتے اور علماء کا ادب و احترام نہیں کرتے۔ یعنی ؂

گرجا میں تو کرنل و کمشنر بھی ہیں موجود مسجد میں کوئی ڈپٹی، منصف بھی نہیں ہے

ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ مسجدوں میں آکر لیں کیا؟ کیا اوہام و خرافات اور مہملات سُنیں، اپنے اوپر تبرّا گوارا کریں اور اپنا وقت ضائع کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہماری مسجدوں کی بے رونقی اور ایمان و اخلاق کے نور سے محرومی کی وجہ ائمہ مساجد کی نا اہلی ہے۔ اس کی طرف ہمارے مفکرین و مدبّرین کو متوجّہ ہونا چاہئے۔

علمبردارانِ دین اور اصلاح سے پہلوتہی۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے یہاں عالمانِ دین، مخلص و باشعور رہنماؤں، مجاہدینِ حق و صداقت، ایثار پیشہ بزرگوں اور دین پسند جماعتوں کی کمی نہیں۔ مگر تعجب اور حیرانی ہے کہ وہ مساجد، ائمہ مساجد اور اصلاحِ اخلاق کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔ کیا وہ مذکورہ بالا حقائق اور حالات سے واقف نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اصلاحِ حال کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ مسجدوں کے ذریعہ تبلیغ و اشاعت، تعلیم و بیداری، اور اصلاح و ترقی کا کام بڑی آسانی اور روانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور عہدِ نبوت میں یہ کام مسجد ہی سے ہوتا تھا اور اب بھی یہیں سے ہو سکتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسجدوں سے کیوں مُنہ موڑے ہوئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے، کہ وہ مسجدوں سے اپنی مخصوص جماعتوں کا کام تو ضرور لیتے ہیں مگر عمومی صلاح و فلاح کا کوئی کام نہیں لیتے۔ اور تو اور اقامتِ دین کے علمبردار تک اقتدار کی گدیوں پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ تطہیرِ فکر اور تعمیرِ سیرت کے بغیر اقامتِ دین کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

مطبوعاتِ بزمِ اقبال

مجلہ اقبال - مدیر :- ایم - ایم شریف - بشیر احمد ڈار

سہ ماہی اشاعت - دو انگریزی - دو اردو شماروں میں - قیمت سالانہ دس روپے - صرف اُردو یا انگریزی پانچ روپے

میٹا فزکس آف پرشیا -	مصنفہ علامہ اقبال	۵-۰-۰
امج آف دی وسٹ ان اقبال -	مصنفہ مظہر الدین صدیقی	۲-۰-۰
اقبال اینڈ والنٹرزم -	مصنفہ بشیر احمد ڈار	۶-۰-۰
ذکرِ اقبال -	مصنفہ مولانا عبدالمجید سالک	۵-۰-۰
اقبال اور مُلّا -	مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم	۰-۱۲-۰
مکاتیبِ اقبال -	بنام خان محمد نیاز الدین خان مرحوم	۱-۴-۰
تقاریر یومِ اقبال -	سنہ ۱۹۵۶ء	۱-۴-۰
علامہ اقبال -	مترجمہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱-۸-۰

مطبوعاتِ مجلسِ ترقی ادب

غیب و شہود -	مصنفہ سید نذیر نیازی	۳-۴-۰
تعارف جدید سیاسی نظریہ -	مترجمہ عبدالمجید سالک و عبدالحصی	۲-۱۲-۰
حکمتِ قرآن -	مترجمہ صوفی غلام مصطفےٰ تبسم	۱-۰-۰
دولتِ اقوام -	مترجمہ شیخ عطاء اللہ و فخری	زیر طبع
فلسفۂ شریعتِ اسلام -	مترجمہ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	۵-۰-۰
نظامِ معاشرہ اور تعلیم -	مترجمہ عبدالمجید سالک و عزیز	۴-۰-۰

(ملنے کا پتہ)

سکرٹری بزمِ اقبال و مجلسِ ترقی ادب نرسنگھ داس گارڈن - لاہور